کتاب نما

کریملن، کابل اور افغان، مختار حسن، (مرتبہ: جمیل احمد رانا، سلیم منصور خالد)۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات: ۱۷۳۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔

مختار حسن (م: ۱۵ اگست ۱۹۹۵ء) ایک نڈر، بے باک اور بے لوث محب وطن صحافی تھے۔ جذبہ جہاد سے سرشار "مختار مرحوم نے جان، مال، مستقبل اور اہل و عیال کے سود و زیاں سے بالاتر رہ کر افغان جہاد میں دیوانہ وار خدمات انجام دیں۔ وہ افغانستان گئے تو روس کے کٹھ پتلی کمیونسٹ حکمرانوں نے انھیں کابل سے گرفتار کر لیا"۔ زیرِ نظر کتاب زیادہ تر ۱۹۸۰ء کے اسی زمانۂ قیدوبند کی جھلک پیش کرتی ہے۔ لیکن یہ محض ایک زنداں نامہ نہیں ہے بلکہ گرفتاری سے پہلے اور رہائی کے بعد کے مشاہدات، اور مصنف کے مجموعی تاثرات بھی اس میں شامل ہیں۔ دل چسپ اور واقعاتی نوعیت کے یہ آٹھ مضامین مختلف اخبارات اور رسائل کے لیے لکھے گئے۔ ان تحریروں کی بنیاد حقائق پر ہے اور لکھنے والا ایک مشاق و ماہر صاحب قلم ہے اس لیے ان میں بہ یک وقت خودنوشت، رپور تاژ، اور سفرنامے کی جھلکیاں اور خوبیاں نظر آتی ہیں جنھیں پڑھتے ہوئے روسیوں کے مظالم، ان کی سخت دلی، اخلاق باختگی، محسن کشی اور اس کے ساتھ ساتھ افغانوں کی ذہنی افتاد، ان کی جرات، بے خوفی، صبر، ایثار، دین داری اور حریت پسندی کا عکس بھی واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔

مختار حسن لکھتے ہیں: "افغان جدوجہد نے برعظیم کے جغرافیے میں بھارتی مقبوضہ کشمیر اور متصل روسی مقبوضہ وسط ایشیا میں آزادی کی لہر اٹھا دی ہے۔ جابر اور قابض سپر پاور کے خلاف نتیجہ خیز مزاحمت نے تاریخ میں ایک نئے عمل کا آغاز کر دیا ہے۔ جسے عرف عام میں "تاریخ کا پہیہ" کہتے ہیں۔ تاریخ کے اس پہیے کی عظیم الشان حرکت کا نظارہ میں ۲۵ جنوری ۱۹۸۰ء کی صبح ہرات کے بازاروں اور گلیوں میں کر رہا تھا، جب روسی فوج کی افغانستان میں مداخلت کے بعد افغان عوام کے ہجوم "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے روسی ٹینکوں کے سامنے کھڑے تھے۔ میں اپنی زندگی میں آج تک اس سے زیادہ پُرمسرت لمحہ تلاش نہیں کر سکا" (ص ۱۱۳)۔

ایک سپر پاور نے ایک نہتی قوم پر حملہ بول دیا تھا۔ (مصنف یہاں ہمیں ایک اہم نکتے کی طرف متوجہ

کرتے ہیں) مغربی صحافیوں کے لیے یہ چیز حیران کن تھی کہ جنگ کی تباہ کاریوں اور بیواؤں اور بے سہارا عورتوں کی روز افزوں تعداد کے باوجود افغانستان میں عصمت فروش عورتیں نہیں ہیں۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ افغانستان کی جنگ، ویت نام سے سنگین تر ہے لیکن کابل، سائیگان نہیں بنا۔ مختار حسن نے بجا کہا ہے کہ اہل مغرب افغانوں کی قوت مزاحمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ افغانوں کے نزدیک یہ "دین کی جنگ" ہے اور "الدین" کا لفظ مغرب کی لغت میں موجود نہیں ہے۔ وہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ افغانستان میں پاکستانیوں کے ساتھ ہمیشہ غیر معمولی تواضع کا سلوک کیا جاتا ہے۔ مختار حسن افسوس کرتے ہیں کہ ریڈیو پاکستان کا کوئی بھی اسٹیشن اتنا طاقت ور نہیں کہ ہر موسم میں اور ہر وقت پورے افغانستان میں سنا جا سکے۔

افغانوں کے مصائب کے بارے میں وہ بتاتے ہیں کہ "انقلاب ثور" کے بعد افغانستان میں کسی کو چھاپہ خانہ لگانے کی اجازت نہ تھی۔ کوئی چیز سرکاری مطبع کے علاوہ کہیں نہیں چھپ سکتی تھی۔ حد یہ ہے کہ نجی وزٹنگ کارڈ اور لیٹرپیڈ بھی چھپوانے کے لیے وزارت اطلاعات کو درخواست گزارنی پڑتی تھی اور منظوری کے بغیر کسی شہری کے لیے اپنے پاس لیٹرپیڈ یا وزٹنگ کارڈ رکھنا جرم تھا (سوشلسٹ نظام کی "برکات")۔

یہ کتاب مختار حسن کی بے پناہ ایمانی استقامت کا صحیفہ، روسی استعمار کا عبرت نامہ اور افغانوں کے جذبۂ جہاد اور ان کی قوت مزاحمت کا ایک خوب صورت مرقع ہے۔ ناشر نے کتاب بڑے اہتمام سے اونچے معیار پر شائع کی ہے (رفیع الدین ہاشمی)۔

رواداری اور مغرب، مرتب: محمد صدیق شاہ بخاری۔ ناشر: علم و عرفان پبلشرز، ۷/ سی مارتھر سٹریٹ، ۹ لوئر مال روڈ، لاہور۔ صفحات: ۵۶۸۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

ہر عہد میں کچھ الفاظ مظلوم ہوتے ہیں اور کچھ الفاظ اپنے معنی کھو بیٹھتے ہیں۔ اس عہد کا ایک مظلوم لفظ "رواداری" ہے، جسے روشن خیال دانش وروں نے ایک نئے پیرہن میں چھپا دیا ہے، جو اپنی اصل میں تو "بے حمیتی" یا "مداہنت" ہے، مگر اسے چولا رواداری کا پہنا دیا گیا ہے۔ پھر مقبوضہ ذرائع ابلاغ، اور میکالے زدہ نظام تعلیم نے اسے عام پڑھے لکھے افراد کے ذہنوں میں یوں سمو دیا ہے کہ اب اس لفظ کا استعمال ایک فیشن کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ جب اہل مغرب اور ان کے زلہ ربا ظلم و زیادتی اور دشنام و اتہام کی چاند ماری کریں تو عین تہذیب و رواداری، لیکن اگر غیرت و حمیت سے سرشار اور حس عدل و انصاف کا جویا کوئی شخص، جواب میں آہ بھی کرے تو "جذباتیت"، "تنگ نظری"، "کٹھ ملائیت"، "وہابیت"، "بنیاد پرستی" اور نہ جانے کیا کچھ۔

سو، لفظوں کے اس مقتل کی دہلیز پر کھڑے ہو کر محمد صدیق بخاری صاحب نے رواداری اور مغرب کو

ترتیب دیا ہے۔ انھوں نے اپنی جانب سے کچھ کہنے کے بجائے، اردو کے معروف اخبارات و جرائد کے دامن سے چند عبرت پارے جمع کر دیے ہیں۔ خبروں، تبصروں اور شذرات میں مغرب کے رویوں پر دال واقعات و تاثرات کی ایک زنجیر کچھ اس طرح نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہر حلقہ زنجیر اپنی قہرسامانیوں کا گواہ بن جاتا ہے۔

متفرق شذرات سے ترتیب پانے والی کتاب میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں، مثال کے طور پر، مولانا محمد مسعود اظہر کے مضمون "بنیاد پرستی: جرم یا سعادت؟" میں وہ لکھتے ہیں: "جیساکہ مصر میں مسلمانوں کی ایک اہم سیاسی پارٹی "اخوان المسلمون" کو اب بنیاد پرست نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح تنظیم "الجہاد" کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کے پاس جہادی تربیت اور جہادی قوت موجود ہے۔ خود اخوان المسلمون کو بھی اس وقت بنیاد پرست کہا جاتا تھا، جب وہ جہادی منشور پر یقین رکھتی تھی، مگر جب سے جہاد کی جگہ مروجہ سیاست نے لے لی ہے، اس وقت سے ان پر بنیاد پرستی کا لیبل ہٹ چکا ہے" (ص ۸۴)۔ مولف کو، اس پیراگراف کے تضادات کے متعلق حاشیے میں وضاحت کرنی چاہیے تھی۔ مجموعی حیثیت سے یہ کتاب قارئین کو، خصوصاً خود مغرب سے مرعوب افراد کو کچھ روشنی دکھا سکتی ہے (سلیم منصور خالد)۔

تفہیم و تجزیہ، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ ناشر: کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۱۰۰ روپے (مجلد)۔

تفہیم و تجزیہ اردو ادب سے متعلق مصنف کے ۹ تحقیقی اور تنقیدی مضامین اور ایک روداد پر مشتمل ہے جس میں تعمیری سوچ کے ساتھ تجزیہ و رہنمائی کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلے مضمون میں سرسید کے بارے میں کہا گیا ہے: "انھوں نے عقلی نقطہ نظر سے مذہب کی تعبیرو تفسیر کا بیڑا اٹھایا۔ ان کا خیال تھا کہ مذہب کو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ یوں سیاسی سوچ اور مذہبی تفسیر، ہر دو اعتبار سے وہ مغرب کی ذہنی غلامی کا شکار ہو گئے" (ص ۱۵)۔ "شبلی، سرسید اور مغرب" مختصر مگر معلومات افزا مضمون ہے۔ "حسرت موہانی کی شخصی عظمت" بھی اگرچہ مختصر ہے، لیکن مضبوط کینوس پر یہ ایک جامع تحریر ہے، جس نے حسرت کی فکرو حیات کے کم و بیش سبھی رنگ نمایاں کر دیے ہیں۔

"اردو میں ادبی تحقیق" اور "پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق" اپنے موضوعات پر معلومات افزا مضامین ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "اب یہ شکایت بھی سننے میں آتی ہے کہ بعض امیدوار، معاوضے پر مقالے لکھوا کر سند حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں..... [اندریں حالات] زبانی امتحان [کے موقع پر ایک کھلی مجلس منعقد ہونی چاہیے] تاکہ اندازہ ہو سکے کہ مقالے میں [امیدوار] کی اپنی کاوش اور محنت کا کس حد تک

دخل ہے، اور دوسروں کا "خون جگر" کتنا ہے" (ص ۴۳-۴۷)۔ "پاکستان میں اقبالیاتی ادب" سب سے زیادہ وقیع مضمون ہے۔ اس میں وہ سوال اٹھاتے ہیں: "کیا اقبال کے پاکستان میں کسی مقتدرہ اقبالیات کا قیام ممکن نہیں، جو اقبال کا استحصال کرنے والوں کا محاسبہ کرے؟" (ص ۱۴۲) اور آگے چل کر سلیم احمد کا یہ سوال بھی دہراتے ہیں: "ہمارے شعرا کے تخلیقی وجدان نے اقبال کے اثرات کیوں نہیں قبول کیے؟ اور ہمارے اہم ترین نقادوں نے اقبال سے خاطرخواہ اعتنا کیوں نہیں کیا؟" (ص ۱۴۴)۔

"اردو میں سوانح نگاری" (ص ۸۱-۹۹) ایک اچھوتا مضمون ہے۔ جس میں اردو کے سوانحی ادب کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف بتاتے ہیں: "ایک اچھی سوانح عمری کی کوئی تعریف متعین نہیں کی جا سکتی، مگر یہ ضرور ہے کہ وہ، صاحب سوانح کی حیات و شخصیت، خدمات اور کارناموں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس طور اضافہ کرتی ہے کہ ہمارے ذہن مسرت و بصیرت سے اور قلب، نور و حرارت سے روشن ہو جاتے ہیں" (ص ۹۳)۔ "ہمارے نقاد سوانح نگاروں سے معروضیت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ مطالبہ بجا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ معروضیت اور غیر جانب داری کیا ہے؟ اور کیا کسی سوانح نگار کے لیے پوری طرح معروضی ہونا ممکن ہے؟ ہمارے ہاں معروضیت کا شاخسانہ زیادہ تر مغربی اثرات کے تحت پیدا ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اہل مشرق، روایت پرست، وضع دار اور ایک دوسرے کا لحاظ کرنے والے ہیں۔ ان کے لیے مغربیوں کی سی بے نیازی، بدلحاظی اور بے مروتی اختیار کرنا ممکن ہی نہیں، لہٰذا ان سے مغربی انداز کی معروضیت کا مطالبہ کچھ بے جا سا ہے، اور اس کی پذیرائی کے امکانات کم سے کم تر ہیں" (ص ۹۴)۔ "سوانح نگاری تاحال ایک مستحکم اور جان دار علمی روایت نہیں بن سکی" (ص ۹۷)۔

تحقیقی و تنقیدی موضوعات کے باوجود کتاب کا اسلوب بیان دل کش اور دل آویز ہے۔ "بھارت میں ادبی اور لسانی تحقیق" میں تشنگی محسوس ہوتی ہے، جب کہ "حیات ظفر علی خاں کا ایک ورق" کتاب کے مجموعی مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ "اذان اقبالیات، کلیساؤں کے شہر میں" بلجیم کی اقبال کانفرنس کی دل چسپ روداد ہے۔ کتابت و طباعت معیاری ہے (س - م - خ)۔

جنگ جاری رہے، سلیم ناز بریلوی مرحوم۔ ناشر: اسلامک پبلی کیشنز، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔ صفحات: ۲۳۶۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔

سلیم ناز بریلوی کی شاعری نے جہاد کشمیر میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے، بلکہ ان کے پُرجوش اور پُرعزم ترانوں نے جہادی سرگرمیوں میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مقبوضہ کشمیر کا بھارتی گورنر جگ موہن سکسینہ یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ "ان ترانوں اور گیتوں میں اس قدر اپیل ہے کہ ان کو سن کر مردے بھی قبر

سے نکل سکتے ہیں، نعرے لگا سکتے ہیں"۔

سلیم ناز کے اشعار کشمیری ماں کی دعا، کشمیری بہن کی التجا، کشمیری جوان کی آرزو اور کشمیری بوڑھے کی جستجو ہیں۔ ہر ترانے میں ایک ہی تڑپ اور ایک ہی آرزو ہے کہ کشمیر، پنجہ ہنود سے آزاد ہو جائے۔ اس مجموعے میں نوے کے قریب ترانے، گیت اور نغمے شامل ہیں۔ جہاد، شہادت، کلاشنکوف، جنگ آزادی، انقلاب، سبز پرچم، سرحد، کفن، زنجیر، جوانی، جوش، جنازہ اور آگ ایسے الفاظ سلیم ناز کے نغموں میں بار بار آئے ہیں جن کی خاص معنویت ہے۔ امجد اسلام امجد، اس کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں: "یہ نظمیں اور گیت صرف جماعت سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں اور مجاہدین تحریک آزادی کشمیر تک محدود نہیں بلکہ مقبوضہ وادی کے ہر گھر میں بھی ان کی گونج سنائی دے رہی ہے۔ [ایسی] مثال موضوعاتی شاعری کی تاریخ میں شاید ہی کہیں مل سکے"۔

یہ کتاب کشمیری مجاہدین اور بہادری کی زندگی سے محبت رکھنے والوں کے لیے ایک خوب صورت تحفہ ہے (**محمد ایوب منیر**)۔

معروف لوگوں کا بچپن، فیروز احمد سمیع۔ ناشر: ادارہ ابلاغ فن و ادب، کراچی۔ صفحات: ۳۴۲۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔

عموماً بہت بڑے لوگوں کا بچپن معلوم کیا جاتا ہے۔ فیروز سمیع صاحب نے ذرا نیچے اتر کر ان لوگوں سے بھی جن کے نام اخباروں میں آتے ہیں، ان کے بچپن کی معلومات حاصل کی ہیں۔

۵۲ حضرات و خواتین کے بچپن کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ کتاب کا موضوع تو بچپن ہے لیکن باتیں سب بچپن کی نہیں ہیں۔ بہت سی باتیں بڑوں کے لیے بھی کام کی ہیں مثلاً یہ کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کیسے معاملہ کریں؟ شخصیات اسی زمانے کی ہیں، بیش تر زندہ و موجود ہیں، اس لیے حالات حاضرہ اور ماضی قریب کے مختلف علاقوں اور طبقوں کی خاندانی روایات اور گھریلو رکھ رکھاؤ کے بارے میں دل چسپ اور سبق آموز معلومات ملتی ہیں۔ بڑوں اور بچوں سب کے لیے اچھی، مفید اور دل چسپ کتاب ہے۔

کتاب میں معین قریشی، پیرزادہ قاسم، جمیل الدین عالی، نسیم حجازی، مظفر وارثی، انعام اللہ خاں، نور محمد لاکھانی، ٹنڈولکر، جیدی، فاطمہ ثریا بجیا، یاسمین لاشاری، زبیدہ اسعد گیلانی وغیرہ کا ذکر ہے۔ گویا بوقلموں مرقع ہے (**مسلم سجاد**)۔

دلی دور ہے، قمر علی عباسی۔ ناشر: فضلی سنز لمیٹڈ، اردو بازار، کراچی۔ صفحات: ۳۰۵۔ قیمت: درج نہیں۔

اردو سفرنامے کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں بہت سے ایسے سفرنامے وجود میں آئے جو بیش بہا معلومات

کے ساتھ انداز بیان کے لحاظ سے بھی بہت دل چسپ ہیں۔

قمر علی عباسی کے انداز بیان میں شگفتگی کا عنصر موجود ہے۔ بات سے بات پیدا کرنے کا فن وہ جانتے ہیں اور کبھی ڈرامائی کیفیات سے بھی کام لیتے ہیں۔ ان کے سفرنامے تفریحی نوعیت کے ہیں۔ بھارت کے اس سفر میں انھوں نے دلی کو تفصیل سے دیکھا۔ اس کے علاوہ بمبئی بھی گئے۔ فلمی اداروں کی "زیارت" بھی کی۔ بعض عزیزوں سے ملاقات کے لیے بلند شہر اور امروہہ کا چکر بھی لگایا۔ سفرنامے میں ایک "بدعت" چل پڑی ہے کہ جب تک شاعری یا رومانس کا ذکر نہ کیا جائے، سفرنامہ مکمل نہیں ہوتا۔ قمر عباسی نے اس کمی کو اپنے ہم سفر ناصر زیدی کے ذوق دید کی تفصیل دے کر پورا کیا ہے۔ تاریخی مقامات کا ذکر بھی ہے۔ ایک جگہ بھارت کے مسلمانوں کے دل کی بات: "حج کرنے کی حسرت تھی، وہ تو پوری نہ ہوئی، ایک بار پاکستان جانے کی تمنا ہے مرنے سے پہلے پوری ہو جائے تو...."۔ افسانوی انداز اور ڈرامائی تاثر نے سفرنامے کو دل چسپ بنا دیا ہے (عبداللّٰہ شاہ ہاشمی)۔

داعی اور دعوت، ڈاکٹر یعقوب خان۔ ناشر: دارالعلوم حیات المسلمین، کوٹو، دیر، (صوبہ سرحد)۔ صفحات: ۴۴۵۔ قیمت: ۱۲۵ روپے۔

مصنف کے ۳۵ سالہ تجربات کی روشنی میں یہ ان کی ایک اہم کاوش ہے۔ اس کتاب میں دعوت کے متعلق اہم مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور قرآن و سنت کے دلائل سے اپنے موقف کو ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دور حاضر میں دعوت کے میدان میں جو تجربات ہوئے ہیں، ان سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ بعض مباحث کے عنوانات یہ ہیں: دعوت اور حکمت، داعی اور ماحول، مقرر کے لیے چند ضروری اصول، اختلافی مسائل سے گریز، وقت اور حالات کی رعایت، لمبی تقریر سے گریز، داعی اور خود احتسابی، داعی اور تدریج، دعوت اور قہوہ خانے، عجلت پسندی، ایثار وغیرہ۔ ان سے مباحث کی قدروقیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب تصنیفی اسلوب سے زیادہ ایک تاثراتی رنگ لیے ہوئے ہے۔ دعوت کے میدان میں مصروف کارکنان کے لیے یہ یقیناً ایک اچھی گائڈ بک ہے (ڈاکٹر ظہیر عمر شیخ)۔

بلوچستان، فورورڈ پالیسی اور نتائج، رچرڈ آئزک بروس، مترجم: ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔ ناشر: سیلز اینڈ سروسز، کبیر بلڈنگ، جناح روڈ، کوئٹہ۔ صفحات: ۴۳۸۔ قیمت: ۴۰۰ روپے (مجلد)، ۲۰۰ (کاغذی جلد)۔

انیسویں صدی میں بلوچستان کو کامل اور کلی طور پر زیر تسلط لانے کے لیے، انگریزی استعمار نے جو حکمت عملی اختیار کی، اس کا ایک اہم نمونہ سر رابرٹ سنڈیمین کی Forward Policy تھا۔ بروس نے

زیر نظر کتاب میں اس کی تفصیل پیش کی ہے۔ اصل میں یہ آئزک بروس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔

غالباً مصنف نے یہ فرض کر لیا ہے کہ قاری، سنڈیمین اور خود بروس اور برطانوی حکومت کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ ہمارے خیال میں (کم از کم اس اردو ترجمے میں) مذکورہ دونوں افسروں کے مختصر کوائف اور فور ورڈ پالیسی کا کچھ سیاق و سباق دینا مناسب تھا--- بایں ہمہ یہ کتاب بلوچستان کی تاریخ و سیاست سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے، بلوچستان میں انگریز حکمرانی کے پس منظر اور برطانوی تدبر و انداز حکومت سے آگاہی کے لیے مفید اور اہم ماخذ ہے۔ ڈاکٹر کوثر معروف اہل قلم ہیں۔ ان کا ترجمہ عمدہ اور رواں دواں ہے (ر - ہ)۔

المحقق، مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر خالد محمود شیخ۔ پتا: انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، یونی ورسٹی آف آزاد جموں اینڈ کشمیر، میرپور کیمپس۔ شمارہ جنوری ۲۰۰۰ء۔ صفحات: ۱۰۱+۳۰۔ قیمت: فی شمارہ: ۶۰ روپے۔

زیر نظر سہ سانی (اردو، عربی، انگریزی) تحقیقی مجلے میں، ایک معیار قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور علمی و تحقیقی "کساد بازاری" کے دور میں، یہ کوشش خاص حد تک کامیاب نظر آتی ہے--- گو، عناوین تحقیق میں کچھ نیا پن نہیں، بایں ہمہ تحقیق علوم اسلامی کے شعبے میں اس مجلے کا خیر مقدم ہونا چاہیے۔

"چند اہم نقاط" (ص ۵۰) میں "نکات" درست ہے۔ عربی مضمون کے بعد خالی جگہ پُر کرنے کے لیے عام سے اردو شعر دینا کیسا عجیب ہے (ص ۴۷)--- ۲۶، افراد کی مجلس مشاورت سے کیا ادارہ مشاورت کرتا ہے یا عملاً ایسا ممکن ہے؟ ۱۳، ادارتی ارکان کافی نہیں؟ علمی مجلّوں کے لیے نمایشی باتوں سے اجتناب اولیٰ ہے (ر - ہ)۔

مطبوعات موصولہ

☆ **پاکستانی بچوں کا انسائیکلوپیڈیا**، شمارہ ۵، مدیر اعلیٰ: سید قاسم محمود۔ ناشر: اکادمی ادبیات پاکستان، ایچ ۸ / ۱، اسلام آباد ۴۴۰۰۰۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۲۰ روپے (سالانہ: ۲۰۰ روپے)۔ [بچوں کے لیے معلومات افزا دائرہ معارف کی یہ پانچویں ماہانہ قسط ہے۔ اگر یہ منصوبہ مکمل ہو گیا (خدا کرے) تو "اردو زبان کی ایک اہم اور یادگار خدمت ہو گی"۔ اس قسط میں سر والٹر سکاٹ کے معروف ناول آیون ہو کا گیارہ صفحاتی خلاصہ، مع تصاویر دیا گیا ہے۔ کیا یہ دائرہ معارف اس کا متحمل ہو سکے گا کہ آیندہ قسطوں میں بھی اسی طرح، دنیا کے جملہ معروف سیکڑوں ناولوں کے خلاصے دیے جاتے رہیں؟ غالباً نہیں، تو پھر یہ طویل خلاصہ دائرہ معارف کا ایک غیر متوازن پہلو معلوم ہو گا]۔

☆ **چراغ جلتے رہے**، صبا حسنی۔ ناشر: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور۔ صفحات: ۱۵۰ روپے۔ قیمت: درج نہیں۔

[صبا حسنی صالح و تعمیری ادب کے بزرگ شاعروں میں سے ہیں۔ زیرِ نظر مثنوی میں انھوں نے "تجدید دین کی تاریخ کو منظوم پیکر میں پیش کیا ہے" (ابن فرید)۔ مختلف عنوانات کی طویل مسدس نظمیں۔ مشاہیر امت کے دینی کارناموں اور تاریخ اسلام کے خاص خاص وقائع کا ذکر۔ رئیس امروہوی، نعیم صدیقی اور ابن فرید کی تقاریظ]۔

☆ ماہنامہ **اذانِ سحر**، مدیر: ملک عباس اختر اعوان۔ پتا: ۴۲ چیمبرلین روڈ، لاہور۔ شمارہ جنوری ۲۰۰۰ء، صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۲۵ روپے ["نوجوان نسل کا پہلا بین الاقوامی ڈائجسٹ" نئی پرانی دل چسپ اور مفید تحریروں پر مشتمل۔ پرچے کو معیاری بنانے کے لیے ابھی خاصی توجہ اور محنت کی ضرورت ہے]۔

☆ **سرزمین موسیٰؑ**، محمد الیاس اظہر الازہری۔ ناشر: الجاہد پبلشرز، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۶۰ روپے [مولف جامعہ الازہر مصر میں زیرِ تعلیم رہے۔ ذاتی مشاہدات اور تجربات کے ساتھ سرزمین مصر، مصریوں اور تاریخی عمارات و مقامات کا تعارف۔ بہ قول حافظ محمد ادریس: "بہت دل چسپ اور معلومات افزا کتاب"۔ چھپائی خراب]۔

☆ **آئیڈیل وے**، طلعت افشاں فیروز۔ ناشر: ادارہ ابلاغ فن و ادب، کراچی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۴۰ روپے۔ [بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے، مختلف عنوانات کے تحت، زیادہ تر سیرت پاکؐ اور احادیث نبویؐ کے واقعات اور نصائح۔ ص ۵۰ پر علامہ اقبال کا اور ص ۳۰ پر نعیم صدیقی کا شعر غلط]۔

ڈیرہ غازیخان میں تحریکی و دینی لٹریچر کا مرکز

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، سید قطب شہیدؒ، امین احسن اصلاحیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، خرم مرادؒ، طالب الہاشمی، ڈاکٹر خالد غزنوی اور دنیائے اسلام کے دیگر جید مفکر و مفسر علمائے کرام کا جملہ لٹریچر

ترجمان القرآن، ایشیا، فرائیڈے اسپیشل، افکار معلم، جہاد کشمیر، مجاہد، خواتین میگزین، بتول، نور

دیگر رسائل اور کتب بھی دستیاب ہیں

مکتبہ تعمیر انسانیت : درمیانی سڑک، بلاک اے-بی، ڈیرہ غازی خان